تبصرۂ کتب

محمد رفیق چودھری

نام کتاب : تحقیق عمر عائشہ الصدیقہ
مصنف : حکیم نیاز احمد
صفحات : ۵۹۶
قیمت : ایک سو روپے
ملنے کا پتہ : پاک اکیڈمی، دکان نمبر ۲۲ - جامع مسجد باب الاسلام آرام باغ، کراچی

زیر نظر کتاب میں اس امر پر بحث کی گئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح اور پھر رخصتی کے وقت ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کی عمر کیا تھی؟ فاضل مصنف نے خلاصۂ بحث کے طور پر یہ فرمایا ہے کہ دراصل ایک راویٔ حدیث ہشام بن عُروہ سے سہوِ کتابت ہوا تھا جس کے نتیجے میں حضرت عائشہؓ کی رخصتی کی عمر ۱۹ برس کی بجائے ۹ برس ہو گئی۔ اپنی کتاب کے حصہ دوم ص ۱۵۰ پر حکیم صاحب لکھتے ہیں:

" ہشام کی روایت تزوجِ عائشہ میں عشرۃ یا عشرین کا لفظ ساقط التحریر ہے۔ اصل میں " وانا یومئذ بنت تسع عشرہ" یا " تسع عشرینے" تھا۔ نقل کرتے ہوئے "عشرۃ" یا "عشرین" کا لفظ چھوٹ گیا اور صرف " تسع" باقی رہ گیا۔ اس طرح حکیم صاحب کے نزدیک صحیح بخاری، صحیح مسلم اور دیگر کتب صحاح میں روایت عائشہؓ کے اندر سہو کتابت ہوا ہے۔ مذکورہ روایت کے اصل الفاظ تو تھے۔ وانا یومئذ بنت تسع عشرۃ سنۃ[1]" اور محدثین نے عشرۃ کا لفظ نکال

[1] " اور میں اس وقت ۱۹ برس کی تھی۔"

کرا سے" وانا یومئذ بنت تسع سنین[1]"، کر دیا۔ گویا محرم سے مجرم ہونے والا معاملہ در پیش آیا۔ ہماری رائے میں اگر اُمّت مسلمہ کی معتمد علیہ کتب احادیث ـــــ بخاری و مسلم و دیگر صحاح میں اگر تحقیق کے نام سے "سہوکتابت" تلاش کرنے کا رجحان عام ہو جائے اور یوں کہیں کتابت میں "کمی" اور کہیں "بیشی" کی تشکیک پیدا کر دی جائے تو پھر منکرین حدیث نے کیا گناہ کیا ہے جو وہ تمام احادیث کو ساقط الاعتبار ٹھہراتے ہیں؟ اس کے بعد کون سی حدیث اور کون سی روایت باقی رہے گی جس کی صحت پر کوئی معقول آدمی اعتماد کر سکے۔ حقیقت یہ ہے کہ حکیم صاحب نے منکرینِ حدیث کو انکارِ حدیث کا ایک نیا حربہ عطا کیا ہے اور بلا واسطہ ان کی ہم نوائی کی ہے۔

تحقیقِ حدیث تو یہ ہے کہ کوئی شخص قرآن کی کسی نصِ صریح کے خلاف ہونے کی بنا پر کسی حدیث کو ساقط الاعتبار قرار دے۔ یا سنّتِ ثابتہ سے متصادم کسی حدیث کو روایتاً یا درایتاً ضعیف یا موضوع ٹھہرائے یا دو متناقض روایات میں سے ایک کی صحت اور دوسری کا ضعف ظاہر کرے یا راجح اور مرجوح روایت کی بحث کرے۔ جب ایسا نہیں ہے تو آخر کس برتے پر احادیثِ صحیحہ کا انکار کرتا ہے محض "سہوکتابت" کے اصولِ موضوعہ سے۔

پھر زیرِ بحث معاملہ ایک تاریخی واقعہ ہے شرعی احکام میں سے نہیں ہے کہ اس پر خالص محدثانہ طریق پر بحث کی جائے۔ اگر تاریخی واقعات اور سیر و مغازی کو بھی مُسلّمہ اصولِ حدیث کی کسوٹی پر پرکھیں گے تو یہ سخت ظلم ہوگا اور اسلام کے بہت سے تاریخی مُسلّمات سے انکار لازم ہوگا۔ کسی تاریخی واقعہ کے صحیح ہونے کے لیے بس یہی دلیل کافی ہوتی ہے کہ اس پر مورخین کا اجماع ہے اور اس کے خلاف کوئی قابلِ ذکر رائے موجود نہیں ہے۔

حکیم صاحب کی اپنی تحقیق کے مطابق رخصتی کے وقت حضرت عائشہؓ کی عمر ۱۹ یا ۲۷ یا ۲۹ برس تھی۔ مگر ان تعینات کے لیے بھی حکیم صاحب نے کوئی صحیح

---

[1] "اور میں اس وقت نو برس کی تھی۔"

روایت یا اثر یا کوئی ٹھوس تاریخی شہادت فراہم نہیں کی بلکہ یہ سب کا سب اُن کا نقطۂ ظن و قیاس (GUESS WORK) ہے بالآخر وہ اپنی کتاب کے آخر میں فرماتے ہیں کہ:

"ہمارا اپنا خیال یہ ہے کہ اُن (حضرت عائشہؓ) کی عمرِ نکاح کا سرے سے کوئی تعین نہ کیا جائے محض اتنا کہا جائے کہ نکاح کے وقت وہ پختہ عمر باکرہ تھیں"۔
(حصہ دوم ص ۱۹۰)

سوال یہ ہے کہ حکیم صاحب کے اس "پختہ عمر باکرہ" والے "خیال" کی بنیاد کیا ہے۔؟ قرآن مجید، احادیثِ صحیحہ، آثارِ صحابہ، تعاملِ امت ـــــ کون سی حجت ہے جس کی بنا پر ہم حکیم صاحب کے اس "متجددانہ خیال" کو تسلیم کرلیں؟

اب ایک طرف بخاری اور دیگر کتب صحاح حضرت عائشہ کی عمرِ نکاح کا تعین کرتی ہیں جن روایات سے یہ تعیین ہوئی ہے اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ امت کے تمام محدثین اور فقہا اس تعین کو درست مانتے ہیں۔ اُن کو اس تعین میں "شدید ترین گستاخئ رسول" نظر نہیں آتی۔ نہ ہی وہ اسے "اتباع و عظمتِ رسول کے خلاف" سمجھتے ہیں اور اُن کے دین اور ضروریاتِ دین میں اس سے کوئی خلل واقع نہیں ہوتا۔ وہ اس تعیین کو بیان کرنے میں کوئی "شرم" محسوس نہیں کرتے اور دنیا کے عام واقعات کی طرح کا ایک واقعہ قرار دیتے ہیں۔

دوسرے طرف حکیم صاحب کا موقف ہے جو سرتاسر ظن و قیاس پر مبنی ہے۔ اپنے مؤقف کے حق میں وہ کوئی نص صریح پیش نہیں کرتے۔ آثار سے استشہاد نہیں کرتے۔ اور آخر میں اپنی تحقیق کا نتیجہ یہ پیش کرتے ہیں کہ سرے سے عمرِ عائشہ الصدیقہ کی تعیین ہی نہ کی جائے۔ کیا تحقیق اسی کا نام ہے۔ کہ ایک تاریخی مسلمہ ـــــ حضرت عائشہؓ کی عمر بوقت رخصتی نو برس تھی۔ ـــــ کا بے دلیل انکار کرکے اس کی جگہ کبھی یہ کہا جائے کہ نہیں، یہ سہو کتابت ہوا ہے، اصل میں انیس کا عدد تھا آپ کی عمر اُس وقت انیس برس تھی۔ کبھی ۲۷ برس عمر تھی اور کبھی یہ کہہ دیا جائے کہ نہیں ۲۹ برس کی عمر تھی اور آخر میں یہ لکھ دیا جائے کہ تعیین کی سرے سے ضرورت ہی نہیں صرف "پختہ

عمر باکرہ" تھیں۔ اگر ایک مسلّمہ امر کے بارے میں چار مختلف ذاتی قیاسات پیش کرنا ہی تحقیق ہے تو معاف کیجئے ہم اسے "تحقیق" کا نام نہیں دے سکتے بلکہ اس کے لیے مناسب نام "تشکیک" ہے۔

اس ضمن میں ہمارے لیے غور طلب اور اصل سوال یہ ہے کہ اسلام میں اگر کسی چھ سالہ لڑکی کا نکاح یا نو سالہ لڑکی کی رخصتی ہو تو اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ کیا قرآن میں اس امر کی ممانعت موجود ہے؟ کیا سنّت ثابتہ اس سے متصادم ہے؟ کیا علمائے اسلام کا اجماع اس کے خلاف ہے؟ اگر یہ سب کچھ نہیں ہے تو پھر اس امر کی نسبت اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف احادیث صحیحہ اور تاریخی مسلّمات کے ذریعے ہوتی ہے تو ہمیں کیا حق پہنچتا ہے کہ اس امر واقعی کا انکار کر دیں کہ یہ "فطرت کے مسلّمہ حقائق" کے خلاف ہے۔

حکیم صاحب فرماتے ہیں کہ "ہمیں حق ہے کہ چھان بین کر کے کسی ایسے تاریخی بیان کو جو فطری مسلّمات کے خلاف ہو رد کر دیں اور اگر فطرت کے مسلّمہ حقائق کے موافق ہو قبول کر لیں (ص ١٨١)۔ سوال یہ ہے کہ یہ "فطرت کے مسلّمہ حقائق" کیا شے ہیں؟ جن کی بنیاد پر آپ امتِ مسلمہ کی معتمد علیہ صحیح روایات کو رد کرنے کا حق رکھتے ہیں۔ ایک بات چودہ صدیوں تک اس امت کے اصحابِ علم کے سامنے کہی جاتی ہے اور وہ اسے تسلیم کرتے ہیں اور کبھی اسے "فطرت کے مسلّمہ حقائق" کے خلاف قرار نہیں دیتے تو ہم حکیم صاحب یا کسی اور کے کہنے پر اس امر کی تمام احادیث کو "فطرت کے مسلّمہ حقائق" کے خلاف تسلیم نہیں کر سکتے۔ پھر اُن کا یہ دعویٰ کہ "حضرت عائشہ کا نو سال کی عمر میں بالغ ہونا فطرتِ انسانیہ اور عادت اللہ کے خلاف ہے" (ص ٢٤٢) سراسر غلط ہے گرم ممالک میں ایک لڑکی کے بلوغ کے لیے نو برس کی عمر کوئی غیر معمولی بات نہیں ہے بلکہ معمول کی بات ہے۔ اور شافعیہ سمیت بہت سے فقہائے اسلام نے بالتصریح نو برس کی عمر کو بھی بلوغت کی عمر قرار دیا ہے۔ رہا نکاح صغیرہ تو احناف اور مالکیہ کے علاوہ دوسرے فقہاء کے ہاں بھی اس کا جواز موجود ہے۔

لہٰذا یہ ہم صحاح کی روایات اور تاریخ و سیرت کے صحیح واقعات کی روشنی میں علمائے اسلام کی اس بات سے اتفاق کرتے ہیں کہ نکاح کے وقت حضرت عائشہ رضی

کی عمر چھ برس تھی اور جب رخصتی ہوئی تو آپ نو برس کی تھیں۔ ہم حکیم صاحب کی "تحقیقات" سے متفق نہیں ہو سکتے جو کبھی رخصتی کی اس عمر کو ۱۹ سال، کبھی ۲۷ سال کبھی ۲۹ سال اور آخر میں صرف "بختہ عمر باکرہ" قرار دیتے ہیں۔

بہر حال یہ کتاب کا غذ اور طباعت کے لحاظ سے گوارا ہے۔ البتہ جلد اچھی ہے پھر بھی قیمت نسبتاً زیادہ ہے۔

(۲)

کتاب : دین میں غلوّ
مصنف : مولانا عبدالغفار حسن
ناشر : رباط العلوم الاسلامیہ ۲۷۸ عالمگیر روڈ۔ کراچی نمبر ۵
صفحات : ۳۶ قیمت : درج نہیں ہے۔

زیرِ نظر کتابچہ دراصل مولانا عبدالغفار حسن صاحب کی وہ تقریر ہے جو انہوں نے رباط العلوم الاسلامیہ، کراچی کے ایک جلسہ میں فرمائی تھی۔ اس کتاب میں غلوّ فی الدین یعنی دین میں حدِّ اعتدال سے تجاوز کرنے پر عالمانہ بحث کی گئی ہے۔ جابجا قرآن و حدیث، فقہ و تاریخ سے استشہاد کرکے یہ بتایا گیا ہے کہ غلو فی الدین کا فتنہ کتنا عظیم ہے۔ یہی وہ فتنہ ہے جس نے اس سے قبل یہود و نصاریٰ جیسی قوموں کو تباہ کیا اور آج امتِ مسلمہ بھی اسی فتنے میں مبتلا ہے مولانا صاحب کا یہ بصیرت افروز دعوتی خطاب ہر درد مند مسلمان کے لیے لمحۂ فکریہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ دین میں غلوّ سے ملتِ اسلامیہ کو جو نقصانِ عظیم پہنچ رہا ہے اس کی تلافی کے لیے یہ رسالہ نہائت ہی مفید، ضروری اور قابلِ مطالعہ ہے۔

(۳)

نامِ کتاب : مجالسِ ذکر
مرتب : محمد اقبال
ناشر : عمران اکیڈمی۔ ۴۰ بی اُردو بازار لاہور
صفحات : ۱۲۸ قیمت : درج نہیں ہے۔

یہ کتاب مولانا زکریا صاحب مرحوم کی مجالس ذکر کا ایک مکمل تذکرہ ہے۔ اس میں

بقیہ صفحہ ۶۲